© rasailojaraid.com

حاملان قرآن

حضرت شیخ عماد رضی اللہ عنہ

صفا و صدق عماد بقائے جاوید است
رہ بقائے ابد جوئے و بے عماد مباش

از

جناب مولوی محمد عثمان صاحب عمادی بی ایس سی علیگ

عہد جاہلیت کی تاریخ عربوں کے اس فخر کا بار بار تذکرہ کرتی اور بار بار اس کے مزے لیتی کہتی ہے

اِذا مضرُ الحمراءِ کانت ارومتی   وقام بنصری خازمٌ وابن خازمِ

(جب میرا خاندان قبیلہ مُضر ہوا جن کے سرخ رنگ کے خیمے ہیں، اور خازم و فرزند خازم میری مدد کو اٹھے)۔

عطست بانفٍ شامخٍ اذ تناولت   یدای الثریا قاعِدًا غیر قائمِ

(تو فرط غرور سے میرا سر بلند ہوگیا، اس لیے کہ میرے دونوں ہاتھوں نے بیٹھے ہی بیٹھے ثریا کو پالیا، کھڑے ہونے کی نوبت تک نہ آئی)

حضرت شیخ عماد رضی اللہ عنہ کی سیرت پاک میں یہ فخر اس خاندان میں نمایاں ہوتا ہے :۔

اذا دولةُ القرآن کانت ارومتی   وقام مقامی عالمٌ بعد عالمِ

حب کلام اللہ میرا قبیلہ و خاندان ہوا، اور ہمیشہ خاندان میں ایک عالم کے بعد دوسرا عالم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میرا قائم مقام ہوتا رہا)۔

تواضعتُ للّٰہِ الکریم اذ تناولت   یدای الثریا قاعداً غیر قائمٖ

(تو میں اللہ کے لیے اور بھی جھک گیا، تواضع اختیار کرلی، کہ اس نے اتنی بڑی نعمت بخشی کہ میرے ہاتھوں نے بیٹھے بیٹھے ثریا کو پالیا، کھڑے ہونے کی نوبت تک نہ آئی)۔

الحمد للہ کہ آل عماد میں یہ نعمت آج تک مستقیم اور یہ انداز اب تک قائم ہے۔

ہنوز آں ابر رحمت دُر فشان است

خم و خمخانہ با نام و نشان است

مجالس ذکر میں حضرت نے آیات الٰہی کے "وقتاً فوقتاً" جو مطالب متعین فرمائے ہیں مستفیدین ان کا املا کرتے رہے، اور ان امالی کے اجزا آج بھی چشم تحقیق کے لیے بصیرت افروزی کے روشن ترین جلوے اپنے اندر رکھتے ہیں، حضرت کی زبان عربی تھی، یہ امالی بھی عربی ہی میں ہیں، اردو میں یہ پہلی تلخیص ہے جو ترجمان القرآن کے لیے کی جارہی ہے، امتداد نے اس طومار کو جابجا کرم خوردہ کر رکھا ہے ایسے مقامات پر بجائے نقل عبارت کے سیاق سے جو مفہوم متعین ہوسکتا تھا اسی پر قناعت کرنی پڑی۔

مبادا کہ ایں گوہر آید بسر

الاستقامۃ فوق الکرامۃ استقامت کیا ہے اور کیوں اس کو فوق الکرامۃ کہا گیا ہے؟ اس باب میں حضرت نے سورہ حٰم السجدہ کی اس آیۃ کریمہ کی تفسیر فرمائی:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا	جن لوگوں نے اقرار کرلیا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے
تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا	پھر مستقیم رہے، ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم اندیشہ نہ کرو
وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ	اور نہ رنجیدہ ہو، خوش رہو کہ اس بہشت کی تمہیں بشارت
کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ، نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ	ہوئی جس کے وعدے تم سے ہوا کرتے تھے دنیا و آخرت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيهَا مَا
ان دونوں زندگیوں میں ہمیں تمہارے ساتھی ہیں

تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ
یہاں جو تمہارا جی چاہے حاضر اور جو مانگو مہیا ہے،

نُزُلًا مِنْ غَفُورٍ رَحِيمٍ ۔
یہ ایک طرح کی ضیافت ہے ایک غفور الرحیم کی جانب سے

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ
کون اس سے بہتر اور کس کی بات اس سے اچھی ہو سکتی

صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۔
ہے جس نے اللہ کی طرف بلایا اچھے اچھے کام کئے، اور
اقرار کیا کہ میں اہل اسلام میں سے ہوں

اصناف کمال | فرمایا ۔

إن الكمالات على ثلاثة أقسام:۔
کمال کی تین قسمیں ہیں۔

النفسانية وهي أشرفها
کمال روحانی، اس کا سب سے اونچا درجہ ہے۔

والبدنية وهي أوسطها
کمال جسمانی، اس کا درمیانی مرتبہ ہے۔

والخارجية وهي أدونها
کمال خارجی، اس کی بالمقابل ادنی حیثیت ہے۔

قسمیں نفس | والكمالات النفسانية على نوعين:
کمال روحانی کی بھی دو قسمیں ہیں:۔

علم اليقين۔
وہ علم جو مفید یقین ہو۔

والعمل الصالح
اور وہ عمل جو صالح ہو۔

فان كمال الانسان ان يعرف الحق لذاته
انسان کا کمال یہ ہے کہ وہ "حق" کو محض حق ہی کے لئے پہچانے

والخير لاجل العمل به
اور "خیر" کو اس لیے پہچانے کہ ویسا ہی کام کرے۔

معرفة الٰہی | ورأس المعارف معرفة الله ،
سب سے بڑی اور سب سے اچھی پہچان اللہ کو پہچاننا ہے؛

واليها الاشارة بقوله إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا
آیت "حقیقت میں جن لوگوں نے اقرار کیا کہ ہمارا پروردگار

رَبُّنَا اللَّهُ ۔
اللہ ہی ہے" اسی جانب اشارہ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میانہ روی

وَراس الاعمال الصالحة ان تستقیموا فی الوسط فلا تمیل الی طرفیہ الافراط والتفریط، والیہ الاشارۃ فی ھذہ الآیۃ بقولہ: ثم استقاموا

سب سے بڑا اور سب سے اچھا عمل صالح یہ ہے کہ تم بیچوں بیچ ٹھیک طرح قائم رہو، اس کے دونوں کنارے جو افراط و تفریط ہیں ان میں سے کسی کی طرف رخ نہ کرو۔ اس آیت میں اس جانب اشارہ ہے کہ "پھر وہ لوگ قائم رہے"

خدا کے اقرار کے ساتھ یقین اور معرفت لازم ہے

ولما کان قولہ تعالیٰ ان الذین قالوا ربنا اللہ یمکن حملہ علی القول باللسان فقط عقبہ بقولہ: ثم استقاموا، فعلم ان ذلک لا بد لہ من ان یکون مقرونا بالیقین التام والمعرفۃ الحقیقۃ

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ اس بات کو صرف زبان سے بھی کہہ دینے پر محمول کر سکتے تھے، لہذا اس کے بعد فرمایا پھر وہ اس پر مستقیم بھی ہو گئے، اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ زبان سے جو کچھ کہا جائے اس کے لیے ضروری ہے کہ یقین کامل اور معرفت حقیقی کے ساتھ کہا جائے۔

شان نزول

وقد نزلت ھذہ الآیۃ فی سیدنا ابی بکر رضی اللہ عنہ حینما وقع فی انواع شدیدۃ من البلاء والمحنۃ ولم یتغیر عن دینہ۔

یہ آیت ہمارے جد بزرگوار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں اس وقت نازل ہوئی تھی جب آپ طرح طرح کی بلاؤں اور مصیبتوں میں پڑے اور پھر بھی ذرہ برابر اپنے دین سے نہ ہٹے۔

فکان ھو الذی قال: ربنا اللہ، وبقی مستقیما علیہ لم یتغیر بسبب من الاسباب

گویا ابوبکر صدیقؓ ہی نے یہ کہا تھا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، اور پھر اس بات پر ایسے مستقیم اور ثابت رہے کہ کسی طرح بھی اس اعتقاد اور اس پر عمل میں کوئی تغیر نہ ہونے دیا۔

غلو سے بچنا

فمن اقر باللہ یجب علیہ ان لا یتوغل جانب النفی ولا فی الاثبات بل یبقی

جس نے اللہ کے پروردگار ہونے کا اقرار کیا اس پر لازم ہے کہ نفی و اثبات دونوں میں حد سے نہ بڑھے بلکہ خط

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

على الخط المستقيم الفاصل بين طرفي التعطيل والتشبيه والجبر والقدر والرجاء والقنوط ونحوه ۔	مستقیم پر قائم رہے جو تعطیل (یعنی اللہ تعالیٰ کو ایک صفت میں مخلوقات کے مشابہ سمجھنا) اور جبر و اختیار اور امید و نا امیدی وغیرہ کے درمیان ایک حد فاصل ہے
اقرار ربوبیت و عمل صالح | والاستقامة محمولة على الاتيان بالاعمال الصالحة	استقامت کو اعمال صالحہ پر محمول کرنا چاہیے کہ اچھے اچھے کام کریں کرتے رہیں، اور کبھی اُن میں تغیر نہ ہونے دیں
فقوله تعالیٰ ۔ ان الذين قالوا ربنا الله متناولٌ للقول والاعتقاد	آیۂ شریف "جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہی ہے" اس میں کہنے کی بات قول و اعتقاد دونوں کو شامل ہے ۔
وقوله : ثم استقاموا متناول للاعمال الصالحة۔	"پھر اس پر قائم رہے" یہ تمام اعمال صالحہ پر حاوی ہے ۔
رعایت مصلحت | فرمایا :-	
ان الغاية في رعاية المصالح دفع المضار وجلب المنافع ودفع المضرة اولیٰ بالرعاية من جلب المنفعة ۔	مصلحت بینی و مصلحت شناسی میں خاص بات یہ ہے کہ مضرتیں دفع ہوں اور منفعتیں حاصل کی جائیں؟ حصول منفعت پر بھی دفع مضرت مقدم ہے ۔
والمضرة اما ان تكون حاصلة في المستقبل او في الحال او في الماضي ۔	حصول مضرت کا امکان یا تو زمانہ مستقبل میں ہے ۔ یا حال میں یا ماضی میں ۔
والمستقبل المقدمُ على الحاضر والحاضر مقدمٌ على الماضي ۔	مستقبل حال پر مقدم ہے اور حال کو زمانہ ماضی پر تقدم حاصل ہے ۔
فان الشئ الذي لم يوجد ويتوقع	کوئی شئے جب تک موجود نہیں مگر ہونے کی توقع ہے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حدوثه یکون مستقبلاً، فاذا وجد	ہنوز زمانہ مستقبل میں ہے جب موجود ہوگئی تو زمانہ
یصیر حاضراً فاذا انعدم یصیر ماضیا	حال میں آگئی اور جب جاتی رہی تو ماضی بن گئی۔
فالمضار التی یتوقع حصولها فی المستقبل	جو مضرتیں زمانہ مستقبل میں حاصل ہونے والی ہوں ان کو
اولیٰ بالدفع من المضار الماضیة	دفع کرنا زمانہ ماضی کی مضرتوں کے دفع کرنے پر مقدم ہے
خوف و حزن | والخوف عبارة عن تألم القلب	خوف یہ ہے کہ کسی آیندہ ضرر ہونے کی توقع سے دل
بسبب توقع حصول مضرة فی المستقبل و	کو رنج پہونچے، اور حزن یہ ہے کہ کوئی نفع جو زمانہ ماضی
الحزن عبارة عن تألم القلب بسبب فوت	میں حاصل تھا۔ اس کے فوت ہوجانے سے قلب رنجیدہ
نفع کان موجوداً فی الماضی، فدفع الخوف	ہو، اس بنا پر خوف کا دفع کرنا حزن کے دفع کرنے
اولیٰ من دفع الحزن۔	پر مقدم ہے۔
آیت کے مدارج ترتیبی | وقد اخبر اللہ عن	اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کی نسبت آگاہ فرمایا ہے
ملائکته انهم فی الاول الامر یخبرون	کہ وہ پہلے پہل مسلمانوں کو یہ خبر دیں گے کہ آگے چل کر
بانه لا خوف علیکم بسبب ما تستقبلون	قیامت میں جو حالات پیش آنے والے ہیں تم ان کا
من احوال القیامة	خوف نہ کرو۔
ثم یخبرون بانه لا حزن علیکم بسبب	پھر یہ کہیں گے کہ دنیا کے جو حالات فوت ہوگئے وہ تمہارے
ما فاتکم من احوال الدنیا۔	حق میں حزن کا سبب نہیں۔
وعند حصول هذین الامرین زالت	جہاں یہ دونوں باتیں حاصل ہوئیں کہ تمام مضرتیں
المضار والمتاعب کلها۔	اور اذیتیں جاتی رہیں۔
وبعد الفراغ منه یبشرون بحصول	اس سے فراغت ہونے پر حصول منفعت کی بشارت
المنافع وهو قوله تعالیٰ: وابشروا	دیں گے، یہی مدعا آیۂ کریمہ کا ہے کہ "تمہیں اس جنت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بالجنۃ التی کنتم توعدون۔ کی بشارت ہو جس کے وعدے تم سے ہوتے تھے۔

اللہ ہی مولیٰ ہے فرمایا۔

نحن اولیاؤکم۔ ہم تمہارے ولی ہیں، مفسرین اس قول کو فرشتوں سے منسوب کرتے ہیں کہ مسلمانوں سے وہ اس طرح خطاب کریں گے، لیکن اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے۔

انما ولیکم اللہ — تم سب کا ولی اور والی اللہ ہی ہے۔

اللہ ولی الذین اٰمنوا۔ — جو ایمان لائے ان کا ولی اور والی تو اللہ ہی ہے

ذٰلک بان اللہ مولی الذین اٰمنوا وان الکٰفرین — یہ اس لیے کہ جو ایمان لائے ان کا والی تو اللہ ہی ہے۔

لا مولیٰ لھم۔ — اور کافروں کا تو کوئی بھی والی نہیں۔

اللہ جن کا والی ہو، فرشتے اپنے آپ کو اُن کے ولی کی حیثیت میں کیوں کر پیش کر سکتے ہیں؟

فرشتوں کی بات گذر چکی یہاں سے اللہ کی بابت شروع ہوتی ہے۔

مسلمان کی دنیا و آخرت فرمایا:۔

نزولِ ملائکہ لوگوں کی رائے میں پیغمبروں ہی تک محدود ہے بے شبہہ یہ تحدید ایک حد تک صحیح ہے فرشتے پیغمبروں کے پاس آتے ہیں تو اللہ کی جانب سے وحی اور شریعت لاتے ہیں، عامۂ مومنین اس شرف میں شریک نہیں۔

لیکن مومنین مخلصین میں جو مستقیم الحال ہیں ان پر بھی فرشتے نازل ہوتے ہیں، انھیں خوف و حزن سے تسکین و تسلی دلاتے ہیں، اور بہشت موعود کی بشارت دیتے ہیں ملائکہ اُن پر اترتے ہیں کہ خوف کرو، محزون نہ رہو، تو تمھیں اس جنت کی بشارت ہے جس کے وعدے تم سے ہوا کرتے تھے۔ . . . .

لہ کاغذ کرم خوردہ، عبارت جابجا غیر مقروء، سوق کلام مبنی بر سیاق ہے۔

سلہ کاغذ کرم خوردہ، عبارت جابجا غیر مقروء، سوق کلام مبنی بر سیاق ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۔ یہاں جو تمہارا جی چاہے حاضر اور جو مانگو مہیا ہے" مفسرین اس وعدے کو بہشت آخرت سے موعود سمجھتے ہیں، لیکن جب اس سے پہلے حیاۃ دنیا و آخرۃ دونوں کا تذکرہ ہے تو کیا یہ وعدہ دونوں کی نسبت نہیں ہو سکتا؟

ممکن ہے اس دنیا میں ایک انسان کی تمام آرزوئیں پوری نہ ہوں، لیکن حیف ہے کہ ایک مسلمان کی تمنائیں بر نہ آئیں۔

تعلق جسمانی مانع عروج آسمانی | فرمایا۔

ان جوهر النفس كالشعلة بالنسبة الى الشمس والقطرة الى البحر۔ والتعلقات الجسمانية هي التي تحول بينها وبين السماء، كما قال صلى الله عليه وسلم لولا ان الشياطين يحومون على قلوب بني آدم لنظروا الى ملكوت السموات۔ فاذا ازالت العلائق الجسمانية والتدبير البدنية فقد زال الغطاء فيتصل الاثر بالموثر والقطرة بالبحر والشعلة بالشمس۔ فهذا هو المراد من قوله: نحن اولياءكم في الحياة الدنيا وفي الآخرة۔

جوہر روح کی مثال ایسی ہے جیسے آفتاب کی نسبت سے ایک شعلہ اور سمندر کی نسبت سے ایک قطرہ۔ آسمان تک روح کے عروج کرنے میں جسمانی تعلقات حائل ہیں، آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "بنی آدم کے دل کے آس پاس شیطان پہرا نہ کرتے تو آسمانوں کی بادشاہی انسانوں کو بھی نظر آتی"۔ جسم کے علاقے اور بدن کی تدبیریں جہاں زائل ہوئیں کہ یہ حجاب حائل بھی اٹھ گیا۔ اس حالت میں اثر اپنے موثر سے، قطرہ دریا سے اور شعلہ آفتاب سے جا ملے گا۔ "اس دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی تمہارے ولی ہیں"، اس آیت سے یہی مراد ہے۔

اللہ کی ضیافت | ثم قال: نزلا من غفور رحیم

اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا ہے کہ یہ سب ایک طرح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

والنزل رزق النزیل وھو الضیفۃ فکل ھذہ السعادات المذکورۃ جاریۃ مجری النزل والکریم اذا اعطی النزل یتبعہ بالخلع من بعدہ وھی رضوانہ جل شانہ ورضوان اللہ اکبر۔

کی ضیافت ہے ایک غفور الرحیم کی طرف سے" نزل مہمان کو اور نزل اس کی تواضع اور ضیافت کو کہتے ہیں یہ تمام سعادتیں جن کا بیان اس آیت میں ہے ایک طرح کی ضیافت کا حکم رکھتی ہیں، شریف جب کسی کی ضیافت کرتے ہیں تو اس کے بعد خلعت سے بھی سرفراز فرماتے ہیں، یہاں رضائے الٰہی کا خلعت ہوگا کہ یہی سب سے بڑھ چڑھ کے ہے۔

مرتبہ سعادت فرمایا :-

مراتب السعادت اثنان — سعادت کے دو درجے ہیں :

التام — وہ جو کامل ہو۔

وفوق التام — وہ جو اس سے بھی بڑھ کے ہو۔

اما التام فھو ان یکتسب من الصفات الفاضلۃ ما لاجلھا یصیر کاملاً ذاتیہ فاذا صعد الی ھذہ الدرجۃ اشتغل بتکمیل الناقصین وھو فوق التام۔

کامل سعادت یہ ہے کہ ایسی فضیلت کے اوصاف حاصل کیے جائیں جن سے انسان بذاتہ کامل ہو جائے جب اس درجہ پر انسان پہنچ گیا تو ناقصوں کو کامل بنانے کی جانب مشغول ہونے کا وقت آیا کامل سعادت سے بھی یہ سعادت بڑھی ہوئی ہے۔

اپنے آپ کو کامل بنانا | فقولہ: ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا: اشارۃ الی المرتبۃ الاولی وھی اکتساب الاحوال التی تفید کمال النفس فی جوھرھا۔

آیۂ کریمہ "جن لوگوں نے اقرار کیا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے،، اس میں پہلے مرتبہ کی جانب اشارہ ہے یعنے ایسے حالات کا حاصل کرنا جن سے جوہر روح کامل ہو سکے،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قوم کو درجۂ کمال پر پہونچانا

فاذا اتّصفت النفس بها وجب الانتقال الى المرتبة الثانية وهي الاشتغال بتكميل الناقصين

جب یہ مرتبہ حاصل ہوگیا تو اس سے آگے بڑھنے اور دوسرا مرتبہ حاصل کرنے کی لازمی ضرورت پیش آئی، یعنی ناقصوں کو کامل بنانے کا کام۔

دعوت اسلام کے یہی معنی ہیں

وذلك انما يكون بدعوة الخلق الى الدين الحق، وهو المراد من قوله: ومن احسن قولاً ممن دعا الى الله۔

یہ دوسرا درجہ اس طرح حاصل ہوتا ہے کہ خلق اللہ کو دین حق کی دعوت دیجائے، آیۂ کریمہ "اس سے اچھا کون ہے اور اس کی بات سے کس کی بات اچھی ہے جس نے اللہ کی جانب دعوت دی" اس سے یہی مراد ہے۔

فضل فونٹن پن

سینیر ۸؍۶ جونیر ۱۱؍۰

نیا اسٹاک آچکا ہے

خوبصورت. پائدار قیمت واجبی علاوہ اس کے سامان

اسٹیشنری وکاغذ وغیرہ خط وکتابت سے طلب فرمائیے۔

فدا علی محمد علی تاجر کاغذ پتھر گٹی حیدر آباد دکن

© rasailojaraid.com